حضرت محدث کشمیری رحمہ اللہ

کے

فضل وکمال کے بعض گوشے

از

مولانا محمد ظفیر الدین مفتاحی رحمہ اللہ

ماہنامہ دار العلوم دیو بند

دسمبر 1955ء

تاریخی حقائق

حضرت محدّث کشمیریؒ کے فضل و کمال کے بعض گوشے

(از مولٰنا محمد ظفیر الدین مفتاحی دار العلوم معینیہ سانحہ مونگیر)

"حیاتِ انور" جب ملی تو میں نے خصوصی طور پر اس کا مطالعہ شروع کیا، اس لئے اور بھی کہ ایک مایۂ ناز مدرس کی زندگی تھی، جو اپنے وقت کا بڑا محدّث اور بے نظیر فقیہ گذرا ہے۔ دورانِ مطالعہ میں بعض واقعات نے قلب و دماغ کو کافی متاثر کیا، سوچا آجکل کے مدرسین کے لیۓ ان واقعات کا مطالعہ مفید ہوگا۔ چنانچہ ان پر نشان ڈالتا گیا، آج کی فرصت میں ان ہی میں سے چند حاضر خدمت ہیں، خدا کرے علماء کرام اور دوسرے اہلِ علم ان کو پڑھیں۔" واللہ الموفق والمعین۔ (ظفیر صدیقی)

حضرت مولٰنا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی علمی زندگی تھی، کتب بینی اور مطالعہ کا آپ کو بیحد شوق تھا، لکھا ہے:-

"بیشتر متقدمین کی کتب زیر مطالعہ ہوتی تھیں۔ حافظ ابن قیمؒ، حافظ ابن دقیق العیدؒ اور اسی قسم کے لوگوں کی کتابیں جو جدید طبع ہو کر آتی تھیں اُن کو بڑے شغف کے ساتھ مطالعہ فرماتے تھے اور جس کتاب کے جدید طبع ہونے کا علم ہوتا، فوراً اس کے حصول کی کوشش فرماتے اور حاصل کر لیتے۔"[1]

علمی ذوق و شوق کا عالم دیکھئے، متقدمین اور مستند مصنفین کی کتابوں کا ذوق اب کہاں باقی رہا، یہاں حال یہ تھا کہ جہاں معلوم ہوا کہ فلاں اچھی کتاب طبع ہوئی اور بے چینی شروع ہوگئی، اور جب تک حاصل نہ ہوئی اطمینان نہ ہوا، مگر اب ہمارا یہ دور ہے کہ چند گنے چنے حضرات کو چھوڑ کر مطالعہ کا ذوق عام طور پر ناپید ہے۔ اب مدرسوں میں متقدمین کی کتابیں کیڑوں کی خوراک بن جاتی ہیں، اور ہمارے اساتذۂ کرام کو احساس تک نہیں ہوتا اور کہا جا سکتا ہے کہ عموماً مدرسین ابن القیم اور دقیق العید کو جانتے بھی نہیں، بڑا ذوق ہوا تو چند اخبار کی سرخیوں پر نظر ڈال لی اور زیادہ سے زیادہ اردو کی کوئی تصنیف یاد آ گئی

بھٹکے ہوئے آہو کو پھر سوئے حرم لے چل
اس شہر کے خوگر کو پھر وسعتِ صحرا دے

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں جو کتابیں قلمی تھیں، اُن کی طباعت کا آپ کو بڑا خیال تھا۔ آپکے ایک شاگرد کا بیان ہے:-

"تفسیر مظہری کے طبع کی طرف اکثر لوگوں کو توجہ دلاتے تھے اور بہت تعریف فرمایا کرتے تھے اور تمنا تھی کہ

[1] حیات انور ص ۳۴۲

یہ تفسیر کسی طرح طبع ہوکر وجود میں آجائے"[۱]

قلمی شکل میں آپ نے پڑھی ہوگی، مگر کتاب کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ ہر مدرس اور عالم پڑھے۔ اس لئے طباعت کا یہ اشتیاق تھا۔ مگر اب جبکہ یہ کتاب چھپ چکی ہے، ناشر سے پوچھئے اس کی بکری کا کیا حال ہے، علمار کرام کو خیال تک نہیں ہوا کہ یہ موقع غنیمت ہے، اس طرح کی کتابیں بار بار نہیں چھپا کرتیں، آپ زندہ ہوتے تو کتنی خوشی ہوتی کہ دیرینہ تمنا بر آئی، مگر آہ ہمارے نوجوان علمار کو احساس تک نہیں۔

تجر علمی اور ذوق کا عالم یہ تھا کہ مولٰنا کشمیری رح نے:۔

"خاتم النبیین ۴۸ گھنٹے کی میعاد میں اس طرح تحریر فرمایا کہ ایک ساعت بھی بستر پر کمر سیدھی نہ فرمائی، اور اس ۴۸ گھنٹے کی مدت میں حسب معمول درس بخاری بھی مدرسے کے اوقات میں جاری رہا اور ایک منٹ نیند نہیں فرمائی۔[۲]

افسوس ہے کہ اب یہ ذوق و شوق علمار کرام میں نہیں رہا۔ اس مستعدی سے کام کرنے والا ڈھونڈے سے شاید ہی ملے اہل علم میں شمار ہونے والوں کا حال یہ ہے کہ وہ عوام کی طرح اپنے بیش قیمت اوقات بے کار باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں، اور ان کو احساس تک نہیں ہوتا ؎

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی

حضرت کشمیری رح ایک دفعہ ملتان جیل میں مولٰنا مفتی کفایت اللہ صاحب سے ملنے کے لئے تشریف لے گئے، وہاں بھی علمی تذکرہ چھڑ گیا۔ اسی موقع سے ترغیب کے پیرایہ میں آپ نے یہ واقعہ سنایا:۔

"حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کو حکومت نے جب جیل بھیجا تو آپ سے دریافت کیا کہ شاگردوں میں کون صاحب زیادہ محبوب ہیں؟ آپ نے حافظ ابن قیم رح کا نام لیا، ان کو بھی ساتھ ہی نظر بند کر دیا گیا۔ پوچھا کسی چیز کی ضرورت ہو تو کہیے؟ آپ نے کاغذ، قلم، دوات طلب کی، یہ سامان دیدیا گیا، آپ نے لکھ لکھ کر سب کاغذ پُر کر دیئے، اس کے بعد جیل کی دیواروں پر لکھنا شروع کر دیا"[۳]

یہ علمی ذوق تھا ہمارے بزرگوں اور علمار کرام کا کہ ان کی کوئی مجلس علمی تذکروں سے خالی نہ ہوتی، مگر آہ آج نوجوان علمار کرام ہیں جو بالکل برعکس واقع ہوئے ہیں، ان کی کسی بھی مجلس میں علمی باتیں نہیں، وہی غیبت، عیب جوئی اور واہی تباہی گفتگو، علمائے سلف کا یہ واقعہ ہمارے لئے سراپا عبرت ہے کہ ان کا علمی ذوق کتنا بلند اور ان کی زندگی کس قدر کار آمد تھی کاش ہم اس طرح کے واقعہ سے اپنی زندگی میں کوئی انقلاب محسوس کرتے۔

مولٰنا محمد انوری لائل پوری کا بیان ہے:۔

"حضرت شیخ الہند رح کی زیارت کے لئے حضرت کے آستانہ پر حاضر ہوا، دیکھا علمار و صلحار کا عظیم اجتماع ہے، گرمی کا وقت ہے، ایک بزرگ چھت کے پنکھے کا رسہ کھینچ رہے ہیں اور نرم نرم مترنم آواز میں فرما رہے ہیں، "بھائی بیٹھ جاؤ ... ہوا لگنے دو" وہ بزرگ حضرت شاہ صاحب قدس سرہٗ تھے"[۴]

یا ایں ہمہ فضل و کمال حضرت مولٰنا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خدمت گذاری اور اپنے استاذ محترم کا یہ ادب! قربان جائیے ہمارے ان علمار کرام پر، فرمایا جائے اب یہ خوبی باقی رہی۔ سچ کہا گیا ؎

تجھے آبار سے اپنے، کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار وہ کردار، تو ثابت، وہ سیارہ

درسیات کی فراغت کے بعد حضرت مولٰنا کشمیری رح

---

[۱] حیات انور ص ۳۴۱، [۲] ایضاً ص ۳۴۲ ؛ [۳] حیات انور ص ۳۰۷ + [۴] حیات انور ص ۳۰۸ +

کچھ دنوں مدرسہ امینیہ دہلی میں صدر مدرس کے عہدہ پر فائز رہے تھے، اُس زمانہ کا ایک واقعہ حضرت والے پوری بیان فرماتے ہیں:۔

"حضرت شاہ صاحب ڈیڑھ پیسے کی روٹی منگا کر کھایا کرتے تھے، سارا دن درس متعدد علوم وفنون کا دیتے، دوپہر کو شدت گرما میں کتب بینی فرماتے، جبکہ ہر شخص دوپہر کی نیند کے مزے لیتا ہوتا تھا، موسم سرما میں دیکھا گیا ہے کہ بعد نماز عشاء صبح صادق تک مطالعہ فرماتے رہے ہیں ..... مغرب سے عشاء تک ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے۔"[۵۱]

علوم وفنون میں انہماک، دیکھ رہے ہیں کہ نہ دن میں آرام نہ رات کو چین ہے، جب دیکھئے کتب بینی میں مشغول اور پھر کمال یہ کہ ذکر و مراقبہ میں بھی ناغہ نہیں ہے، یہ ایک نوجوان عالم کا حال ہے، جو ایک نئے مدرسہ میں مدرس کی حیثیت سے زندگی گذار رہا ہے، بتلائیے پھر وہ اپنے وقت کا ابن حجر کیوں نہ ہوتا۔

اب یہ محنت اور شوق کہاں ہے؟ مدرسین کتب بینی کو سرے سے اہمیت ہی نہیں دیتے، اُلٹا سیدھا جو آیا پڑھا دیا۔ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اہلِ علم ہونے کے ساتھ اہلِ دل بھی تھے۔ حضرت مولانا محمد طیب صاحب جیسے ذمہ دار کا بیان ہے:۔

"درس میں بعض اوقات غایت خشیت سے آنکھوں میں نمی آجاتی، جسے ضبط کرنے کی کوشش کرتے، اثناء و قصائد اور وعظ میں خوف و خشیت کے اشعار تر آنکھوں کے ساتھ پڑھتے، جس سے چہرہ مظہرِ خشیتِ الٰہی نظر آتا تھا۔"[۵۲]

مدرس جب اہلِ دل ہو، اور اس پر خشیت الٰہی کا ایسا نمایاں اثر ہو، پھر طلبہ اس کے درس میں بیٹھ کر فیضیاب نہ ہوں، غیر ممکن ہے، ہمارے اساتذہ کرام صرف ظاہری ہی علم کے شہسوار نہ تھے بلکہ باطنی علوم میں بھی کمال رکھتے تھے۔ مگر کیسے یقین دلایا جائے کہ اب یہ خوبیاں ناپید ہوتی جارہی ہیں، اور حد یہ ہے کہ اس کی طرف سے بے حسی بھی بڑھتی جارہی ہے۔

علم کا حُسنِ ادب جیسا مولانا کشمیریؒ میں تھا، اب دیکھنے میں نہیں آتا۔ مولانا محمد طیبؒ صاحب ہی کا بیان ہے۔ کہ:۔

"خود ہی فرمایا کہ میں مطالعہ میں کتاب کو اپنا تابع کبھی نہیں کرتا، بلکہ ہمیشہ خود کتاب کے تابع ہو کر مُطالعہ کرتا ہوں۔"

آگے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں:۔

"چنانچہ سفر و حضر میں ہم لوگوں نے کبھی نہیں دیکھا کہ لیٹ کر مُطالعہ کر رہے ہوں یا کتاب پر کہنی ٹیک کر مُطالعہ میں مشغول ہوں، بلکہ کتاب کو سامنے رکھ کر مؤدب انداز سے بیٹھتے، گویا کسی شیخ کے آگے بیٹھے ہوئے استفادہ کر رہے ہیں۔" خود ہی یہ بھی حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:۔

"میں نے ہوش سنبھالنے کے بعد سے ابتک دینیات کی کسی کتاب کا مُطالعہ بے وضو نہیں کیا۔"[۵۳]

اللہ اکبر یہ تھا کتابوں کا ادب اور احترام۔ ہمارے اس زمانہ میں تو یہ حُسنِ ادب عنقا ہے، کاش ہمارے عزیز طلبہ اور محترم علماء کرام اس سے سبق حاصل کرتے اور اپنے فرائض کا احساس کرتے، اور غالباً ان ہی چیزوں کے ترک کا نتیجہ ہے کہ علوم وفنون میں وفور کمال ناپید ہوتا جارہا ہے۔

حضرت مولانا کشمیری رحمۃ اللہ علیہ بے نظیر حافظہ کے مالک تھے، جس چیز کو ایک دفعہ دیکھ لیتے برسوں

---

۵۱ حیات انور صہ ۳۰۴ ۔ ۵۲ ایضاً صہ ۲۳۲

۵۳ حیات انور صہ ۲۳۲

کے لئے حافظہ کے خزانہ میں محفوظ ہو جاتی مگر باایں ہمہ اہم کتابوں کا بار بار مطالعہ فرماتے اور ہر دفعہ اسی کتاب سے نئی نئی تحقیق فرماتے، آپ کے ایک شاگرد کا بیان ہے:

"ایک دفعہ حضرت محدث کشمیریؒ نے فرمایا، کہ فتح الباری کا (جو تیرہ جلدوں کی کتاب ہے)، تیرھویں مرتبہ مطالعہ کر رہا ہوں، اور یہ بھی فرمایا کہ میں درس کے لئے کبھی مطالعہ نہیں دیکھتا، مطالعہ کا مستقل سلسلہ ہے اور درس کا مستقل"[1]

فرمائیے اب یہ ذوق اور یہ محنت علماء کرام میں باقی رہی ہے؟ کیا یہ درست نہیں کہ بڑے بڑے نامی گرامی کا علم سُنا سُنایا ہے تحقیق کی توفیق کہاں باقی رہی اب تو ہمارے نوجوان علماء فتح الباری کو صرف نام ہی کی حد تک جانتے ہوں تو جانتے ہوں، شاید ایک جلد بھی کسی نے از اول تا آخر نہ دیکھی ہو۔ تیرہ تیرہ جلدوں کا پڑھ جانا اور وہ بھی ایک دو مرتبہ نہیں، تیرہ تیرہ مرتبہ آجکل ذہن میں بھی نہیں آسکتا، مگر کیسے بتایا جائے کہ محققین کا یہی دستور رہا ہے اور جو لوگ ہیں ان کا یہی دستور ہے اور جب تک یہ ذوق و شوق نہیں پیدا ہوتا، علم سے بھی محرومی ضروری ہے۔

حضرت مولانا محمد طیب صاحب مدظلہ فرماتے ہیں

"آپ (یعنی حضرت محدث کشمیریؒ) نے بامتثال اکابر دارالعلوم میں درس شروع فرمادیا، البتہ غلبۂ زہد و قناعت سے مشاہرہ لینے پر راضی نہ ہوئے اور لوجہ اللہ کام شروع کر دیا"[2]

واقعہ ہے، عالمانہ شان ہمارے اسلاف ہی کی حد تک ختم ہو گئی، اب یہ شان کہاں دیکھنے میں آتی ہے۔ اب تو ہم لوگ صرف روپیہ کے نام پر پڑھاتے ہیں۔ اگر اس سلسلہ میں کوئی بات آپڑے، کام بند کر دیں۔

اور وہاں یہ عالم کہ اصرار پر بھی تنخواہ قبول نہیں کی جاتی۔ اسی حیات انور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ دس گیارہ برس یوں ہی بغیر مشاہرہ حسبتاً للہ درس و تدریس کے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس طرح کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسین پہلے زمانہ میں اپنے کو نوکر سمجھ کر کام نہیں کرتے تھے بلکہ دین کا خادم سمجھ کر، گو ضرورتاً تنخواہ بھی لیا کرتے تھے، جس کی شرعاً اجازت ہے۔

مولانا سعید احمد اکبر آبادی اپنی شادی میں شرکت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت شاہ صاحبؒ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"تھوڑی دیر چلنے کے بعد ہی یکہ رُکوایا اور پاپیادہ ہو گئے چلچلاتی دھوپ پڑ رہی ہے، اور لو چل رہی ہے، چاروں طرف سے مٹی کے تودے ہیں کہ فضاء میں گشت لگاتے پھر رہے ہیں اور اسی عالم میں حضرت شاہ صاحبؒ منھ اور کانوں کو رومال لپیٹے ہوئے حَسْبُنَا اللّٰہُ وَ نِعْمَ الْوَکِیْل پڑھتے ہوئے قدم بڑھائے اعتماد پور کی آبادی کی طرف چلے جا رہے ہیں، آخر خدا خدا کر کے مقام آیا"

یہ ہے اپنے وقت کا بے نظیر محدث اور فقیہ اور دارالعلوم دیوبند کا صدر نشین، موقع آیا تو آگ لگنے والی فضاء میں بھی پیدل چلنے سے نہ ہچکچایا، اب ہمارے نوجوان علماء کرام میں یہ جفاکشی کہاں ہے؟ ضرورت ہے کہ موجودہ علماء کرام اپنے شاگردوں میں جفاکشی کے جذبات پیدا کریں جبکہ اس دور میں بڑی ضرورت ہے۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سب کچھ ہوتے کے باوجود بڑے خوددار بھی تھے، مولانا اکبر آبادی نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ دہلی میں نظام حیدر آباد سے حضرت کی ملاقات ہوئی، اس پر دیوبند کے ایک مشہور اخبار "مہاجر" نے ملاقات کا عنوان "بارگاہ خسروی میں حضرت علامہ

[1] حیات انور ص ۲۰۳ ، [2] ایضاً ص ۲۰۳

کشمیری کی باریابی" یا اسی طرح کا کوئی اور عنوان تحریر کرنا چاہا، مولٰنا کو معلوم ہوا:-

"توحد درجہ برہم اور خفا ہوئے، اور فرمایا کہ میں ہرچند ایک مرد بے مایہ و بے بضاعت ہوں لیکن اتنا منکسر المزاج بھی نہیں کہ یہ عنوان گوارا کر لوں، کیسی بارگاہ خسروی اور کیسی اس میں باریابی؟ صاف لکھو "نظام اور انور شاہ کی ملاقات"[1]"

اعتدال اسی کا نام ہے، خواہ مخواہ کی منکسر المزاجی مفید نہیں، بلکہ ہر اعتبار سے مضر ہی ہے، حق یہ ہے کہ محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی عالمانہ شان یہاں بھی باقی رکھی، اور ہر عالم کو یہی طرز زندگی اختیار کرنی چاہئے، جو لوگ مالداروں اور حکمران طبقہ کے مقابلہ میں اس طرح کے عنوان کو پسند کرتے ہیں وہ اس واقعہ سے سبق حاصل کریں ۔

نہیں یہ شانِ خودداری، چمن سے توڑ کر تجھ کو
کوئی دستار میں رکھ لے، کوئی زیبِ گلو کر لے

ایک دفعہ حضرت شاہ صاحبؒ حیدرآباد تشریف لے گئے، نظام کے ایماء سے لوگوں نے چاہا کہ آپ نظام سے ملنے تشریف لے چلیں مگر یہ کہہ کر کہ :-

"مجھے ملنے میں عذر نہیں لیکن اس سفر میں نہیں ملوں گا"

"شاہ صاحب کسی طرح رضامند نہیں ہوئے"[2]"

اب یہ عالمانہ شان و شکوہ کہاں باقی رہا اور کس کو احساس ہے کہ ایک عالم کو کس طرح زندگی گذارنی چاہئے ۔

لکھا ہے اسی قیام حیدرآباد میں ایک دن سر اکبر حیدری سابق صدر اعظم حیدرآباد کا ٹیلیفون آیا کہ "میں حضرت مولٰنا انور شاہ صاحبؒ سے ملنا چاہتا ہوں"۔ چنانچہ یہ خبر شاہ صاحب کو پہنچائی گئی، آپ نے یہ سنکر فرمایا:-

"میں تو یہیں ہوں، ابھی کہیں جانا نہیں، حیدری صاحب آنا چاہتے ہیں تو آجائیں"

حیدری صاحب نے جب یہ جواب سنا، تو پھر ٹیلیفون پر کہا، "حاضر ہوتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ جب میں پہونچوں تو مجلس سے لوگوں کو اٹھا دیا جائے" حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو جب یہ شرط سنائی گئی تو آپ نے فرمایا

"یہ ناممکن ہے کہ میں حیدری صاحب سے باتیں کرنے کے لئے حاضرین مجلس کو چھوڑ کر الگ ہو جاؤں، یا اُن لوگوں سے کہوں کہ الگ چلے جائیں"[3]"

اس محدثانہ شان پر قربان جایئے، آپ نے وہی کیا جو کرنا چاہئے، اور یہ کر کے اپنے ماننے والوں اور شاگردوں کے لئے ایک عمدہ نمونہ چھوڑ گئے، کاش نوجوان علماء سمجھتے اور اپنے مرتبہ کی بلندی کا یقین پیدا کرتے ۔

حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل میں جس قدر سربلند تھے اسی تناسب سے رب العزت نے آپ کو مکارم اخلاق سے بھی نوازا تھا، مولٰنا اکبرآبادی نے لکھا ہے :-

"میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ کوئی سائل حضرت الاستاذ کے پاس آیا ہو، اور وہ نامراد گیا ہو، جیب میں اس وقت جو کچھ ہوتا، روپیہ ہو یا اٹھنی، سائل کے حوالہ کر دیتے، ایسی بات کہنے سے احتراز فرماتے تھے جس سے کسی کی دل آزاری ہو"[4]"

جو لوگ کہتے ہیں کہ مولوی بخیل ہوتے ہیں، وہ دیکھیں کہ دادو دہش میں بھی یہ کتنے وسیع الاخلاق ہوتے ہیں، جو سائل کو روپیہ اٹھنی دیتا ہو، وہ دوسرے ضرورت مندوں کی احتیاج کا کس قدر خیال کرتا ہوگا؟ — اسی ایک واقعہ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے ۔

حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ صرف بڑے عالم ہی نہ تھے بلکہ عمل میں بھی اپنی آپ مثال تھے۔ مولٰنا محمد منظور نعمانی

[1] حیات انور ص۱۷۴ [2] ایضاً ص۱۷۵ +

[3] حیات انور ص۱۷۵ [4] ایضاً ص۱۷۱ +

فرماتے ہیں:۔

"مگر حضرت استاذ قدس سرہ کو الحمد للہ دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے غیبت سے زبان کو ایسا محفوظ کیا تھا کہ کبھی اشارۃً کنایۃً بھی غیبت کی قسم کی کوئی بات سُننا یاد نہیں، بلکہ یہ یاد ہے کہ حضرتؒ کے سامنے کسی نے غیبت کی قسم کی کوئی بات شروع کی اور حضرت نے فوراً روک دیا"[1]

غیبت کی قسم کی بات سے اپنے آپ کو ہر طرح محفوظ رکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے آج کل یہ مرض وبار کی طرح پھیل پڑا ہے جس سے اچھے اچھے حضرات محفوظ نہیں، علمار کرام کے لئے بھی اس واقعہ میں بڑا سبق ہے واقعہ بھی یہی ہے کہ اہل علم کی مجلس کو ان لایعنی باتوں سے قطعاً پاک ہونا چاہئے اور ہر مسلمان کو اس بڑے گناہ سے بچنا چاہئے۔

محدثؒ کاشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا حافظہ زبان زد عام وخاص ہے، ایک دفعہ آپ نے حافظہ کے انحطاط پر تاسف کے لہجہ میں فرمایا:۔

"پہلے مرا یہ حال تھا کہ اگر آج ایک مضمون متعدد کتابوں میں دیکھوں اور مجھے ان کتابوں کی عبارتیں نقل کرنی ہوں لیکن کسی وجہ سے آج نقل نہ کرسکوں اور کل بھی موقع نہ ملے تو برسوں تک بھی اُس پر قدرت رہتی تھی کہ ہر کتاب کی اصل عبارت صفحہ کے حوالہ کے ساتھ دوبارہ کتاب دیکھے بغیر نقل کرسکتا، اب ... صبح کی دیکھی عبارتیں شام تک نقل کرسکتا ہوں"[2]

یہ اللہ تعالیٰ کی خاص دین تھی، جو ہر شخص کو حاصل نہیں ہوتی یہ تو اصل عبارت نقل کرنے کی بات تھی مگر مباحث یاد رکھنے کا جہاں تک تعلق ہے، اس کے متعلق حضرت مولانا مدنی مدظلہ، کا یہ بیان ملاحظہ فرمائیں:۔

"مجھ سے حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے تھے جب میں کسی کتاب کا سرسری نظر سے مطالعہ کرتا ہوں، اور اس کے مباحث کو محفوظ رکھنے کا ارادہ بھی نہیں ہوتا، پھر بھی پندرہ سال تک اُس کے مضامین مجھے محفوظ رہ جاتے ہیں"[3]

اللہ اکبر بغیر ارادہ اور سرسری دیکھی ہوئی چیز بھی جب پندرہ ۱۵ پندرہ ۱۵ سال تک محفوظ رہتی ہو تو اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جو چیز گہری نظر سے دیکھی جاتی ہوگی اور اس کے محفوظ رکھنے کا ارادہ رکھا جاتا ہوگا وہ کب تک یاد رہتی ہوگی۔

بخاری شریف کے متعلق مولانا محمد منظور صاحب کا بیان ہے کہ حضرت کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:۔

"میں نے غور وفکر کے ساتھ صحیح بخاری کے صرف متن کا تیرہ دفعہ بالاستیعاب مطالعہ کیا ہے، شروح یا حواشی کا جو مطالعہ کیا ہے، وہ اس کے علاوہ ہے"[4]

اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ بخاری آپ کو کتنی مستحضر رہی ہوگی اور آپ کو اس کتاب جلیل پر کیسا عبور حاصل رہا ہوگا اور پھر ان کے نکات پر کیسی دقیق نظر ہوگی۔ ہمارے وہ علمائے کرام جو محنت سے جی چراتے ہیں وہ سوچیں کہ جو عالم ضرب المثل حافظہ کا مالک تھا اس کے مطالعہ کا جب یہ حال تھا تو ہم کمزور حافظہ والوں کو کتنی محنت کی ضرورت ہے۔

قرآن پاک کے باب میں حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دفعہ فرمایا:۔

"میں رمضان المبارک میں قرآن مجید شروع کرتا ہوں، اور تدبر وتفکر کے ساتھ اس کو پورا کرنا چاہتا ہوں، لیکن کبھی پورا نہیں ہوتا، جب دیکھتا ہوں کہ آج رمضان ختم ہونے والا ہے تو پھر اپنے خاص طرز کو چھوڑ کر جو کچھ باقی ہوتا ہے اُس دن ختم کرکے دور پورا کرلیتا ہوں"[5]

آہ اب تو ذوق وشوق کے ساتھ قرآن پڑھنے کا احساس بھی کم ہی لوگوں کو ہوتا ہوگا، غور وفکر تو دور کی بات ہے،

---

۱ حیات انور صفحہ ۱۵۹ ۔ ۲ ایضاً ص ۱۳۷

۳ حیات انور ص ۱۳ ۔ ۴ ایضاً ص ۱۳۴ ۔ ۵ ایضاً ص ۱۳۳

بلکہ اگر کہا جائے کہ کتنے دیندار قسم کے مسلمان رمضان میں قرآن پاک کو چھوتے بھی نہیں تو غالباً کوئی تعجب انگیز بات نہ ہوگی، البتہ نماز میں پڑھ لیتے ہیں، کم و بیش یہی حال ہمارے نئے علماء کرام کا ہے۔

حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کو رب العالمین اور رحمۃ للعالمین کے ساتھ خاص قلبی تعلق تھا جس کو وہ عموماً چھپانے کی سعی فرماتے۔

حضرت مولانا گیلانی مدظلہ، نے اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا ہے:۔

"رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر وہ اپنے آنسوؤں کو ضبط کرنے کی قوت کھو چکے تھے، ذکر مبارک آتا تو آواز بھرا جاتی، اور خاص حال میں طلبہ سے فرماتے، کہ جاؤ انہی کے دین کی خدمت کو زندگی کا نصب العین بنالینا"۔ [۱]

اللہ اللہ یہ تھا تعلق رحمت عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی سے، کاش ہمارے زمانہ کے علماء کرام سمجھتے اصل زندگی اسی کا نام ہے، جس میں سوز و گداز نہیں، اللہ، اور اس کے رسول کے ساتھ والہانہ تعلق نہیں، وہ زندگی ہی کیا کتابوں کے عالم تو بڑے بڑے نامور غیر مسلم بھی ہوتے ہیں مسلمان اور پھر عالم جو ہو اس کو تو علم سے زیادہ عمل کا لحاظ چاہئے اور دین سے شغف۔

حضرت مولانا گیلانی مدظلہ، فرماتے ہیں:۔

"میرا اندازہ تھا کہ مجموعی طور پر نصف لاکھ یعنی چالیس پچاس ہزار سے کم تعداد ان عربی اشعار کی نہ ہوگی، جو شاہ صاحب کو زبانی یاد تھے، جنھیں جس وقت جی چاہتا، وہ سنا سکتے تھے"۔ [۲]

آجکل کے جو لوگ اردو، فارسی کے چند سو اشعار کی یاد پر خوشی سے پھولے نہیں سماتے وہ آنکھیں کھول کر پڑھیں، اور وہ علماء کرام بھی اس واقعہ کو خصوصی طور پر پڑھیں جن کو ادب عربی سے کوئی ذوق ہی نہیں بلکہ اسے ایک لایعنی چیز سمجھتے ہیں، اب تو کچھ لوگ چلاتے ہیں کہ نصاب سے عربی ادب کی کل کتابیں نکال ڈالی جائیں، صرف قرآنی ادب کی دو ایک نئی کتابیں پڑھادی جائیں اور بس، اور غالباً اسی کا نتیجہ ہے کہ نئے فارغ شدہ علماء کرام کسی عربی کتاب کے مطالعہ پر قدرت نہیں رکھتے۔

حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا درس بڑا تحقیقی ہوا کرتا تھا، سامنے کتابوں کا انبار ہوتا، آپ تقریر کرتے جاتے اور طلبہ کو کتابیں کھول کھول کر دکھاتے جاتے، دیکھو جو میں کہتا ہوں اسے فلاں نے اس طرح لکھا ہے، اور فلاں نے یوں بیان کیا ہے، جس سے طلبہ میں تحقیق کا بڑا اچھا خاصا ذوق پڑھنے کے زمانہ ہی سے پیدا ہونے لگتا۔

حضرت مولانا گیلانی مدظلہ، نے لکھا ہے:۔

"صاحبزادہ آفتاب احمد خاں ایک دفعہ صحیح مسلم کے درس میں آکر شریک ہوئے، واپس ہو کر میں نے خود ان سے سنا، کہتے تھے کہ آج تو آکسفورڈ اور کیمبرج کے لیکچر ہال کا منظر میرے سامنے آگیا تھا، یورپ کی ان یونیورسٹیوں میں پروفیسروں کو جیسے پڑھاتے ہوئے میں نے دیکھا ہے آج ہندوستان میں میری آنکھوں نے اسی تماشے کو دیکھا ہے"۔ [۳]

عربی مدرسوں میں اپنے طرز کا درس اول و آخر غالباً حضرت شاہ صاحب ہی پر ختم ہوگیا، گو اب بھی مدرسوں میں اساتذہ بہت تحقیقی تقریر فرماتے ہیں، اور کتابوں کے نام بھی لیتے ہیں، مگر کھول کر دکھانا یہ رواج اب نظر نہیں آتا، اور نوجوان علماء تو کتابوں کے دیکھنے کی زحمت ہی برداشت

[۱] حیات انور ص ۱۳۳ ؎ [۲] ایضاً ص ۲۷ ؎ [۳] حیات انور ص ۶۷ ؎

نہیں کرتے، نوٹ یا نوٹ کی سی جو کتابیں چھپ گئی ہیں انہی پر اُن کا سارا دارومدار ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت تھانویؒ حضرت شاہ صاحبؒ کی ان ہی خصوصیتوں کے پیشِ نظر فرماتے تھے:۔

"میرے نزدیک حقانیت اسلام کی دلیلوں میں سے ایک دلیل حضرت مولٰنا انور شاہ صاحبؒ کا اُمت مسلمہ میں وجود بھی ہے، اگر دین اسلام میں کسی قسم کی کجی یا خرابی ہوتی تو آپ دین اسلام سے کنارہ کش ہو جاتے۔" [1]

اللہ اللہ حکیم الامت تھانویؒ جیسے ذہین اور ذی علم کی شہادت جس کے حق میں اتنی اہم ہو، اُس کے دل و دماغ کی صلاحیتوں کا کیا کہنا، معلوم ہوتا ہے آپ کو قدرت نے بے نظیر عقل وفہم سے نوازا تھا اور کوئی بات بغیر دلیل آپ نہیں مانتے تھے۔

حضرت مولٰنا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت محدث کشمیریؒ کو اپنے وقت کا امام حدیث یقین کرتے تھے۔
حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات پر آبدیدہ ہو کر فرمایا تھا:۔

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ حافظ ابن حجرؒ، شیخ تقی الدینؒ اور سلطان العلماء کا انتقال آج ہو رہا ہے۔" [2]

اللہ تعالیٰ نے عِلم کے ساتھ عمل کی دولت سے بھی آپ کو سرفراز فرمایا تھا، آپ نے دارالعلوم دیوبند کے مقابلہ میں بڑی بڑی تنخواہوں کو ٹھکرادیا اور زندگی بھر دیوبند یا ڈابھیل میں بخاری اور ترمذی وغیرہ کے درس میں لگے رہے۔ لکھا ہے:۔

"آپ کو ڈھاکہ یونیورسٹی اور مدرسہ عالیہ کلکتہ سے بار بار طلب کیا گیا، بڑی بڑی تنخواہیں پیش کی گئیں، لیکن آپ نے کبھی بڑی تنخواہ کو ترجیح نہیں دی اور ہمیشہ دیوبند و ڈابھیل کے خشک خطوں کو پسند فرمایا۔" [3]

[1] حیات انور صفحہ ۲۰ [2] ایضاً صفحہ ۱۹ [3] ایضاً صفحہ ۱۶

جو علم کا شیدا ہوتا ہے، اُس کی نگاہ تنخواہ پر نہیں ہوتی، بلکہ وہ دیکھتا ہے کہ میری ذات سے مخلوق کو زیادہ فائدہ کہاں سے پہونچ سکتا ہے، اور علم کی خدمت کہاں سے اچھی ادا ہو گی۔ مگر اب یہ باتیں ہماری جماعت سے آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہیں

شیخ الاسلام مولٰنا مدنی مدظلہ نے فرمایا تھا:۔

"میں نے ہندوستان، حجاز، عراق، شام، وغیرہ کے علماء اور فضلاء سے ملاقات کی اور مسائل علمیہ میں اُن سے گفتگو کی، لیکن تبحر علمی اور وسعت معلومات، جامعیت اور علوم عقلیہ و نقلیہ کے احاطہ میں شاہ صاحب کا کوئی نظیر نہیں پایا۔" [1]

سچ یہ ہے کہ اب تو ہمارے علماء کی جماعت میں چند بوڑھے علماء رہ گئے ہیں، اگر یہ چل بسے تو پھر ہندوستان میں علم کا چراغ ہی گل ہو جائے گا۔ خدا ایسا دن نہ لائے۔

لوگوں میں احساس نہیں کہ نوجوان علماء میں زندگی کی رُوح دوڑائی جائے اور ان کو تحقیق اور وسعت معلومات کی شاہراہ پر ڈال دیا جائے۔ دوسرے ملکوں سے ہمیشہ ہمارا مُلک دینی علوم میں بڑھا ہوا رہا ہے، آئندہ یہ عزت رب العزت کے ہاتھ ہے۔

حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا مُطالعہ بہت وسیع تھا، اور آپ کبھی بھی اس سے غافل نہیں رہے کہ علوم وفنون کا سارا ذخیرہ کتابوں میں محفوظ ہے، لہٰذا جتنی بھی اہم کتابیں تھیں ان میں سے کسی سے غفلت نہ برتی، اور کثرت مطالعہ ہی کا نتیجہ تھا کہ یہ میدان آپ کے لئے بڑا سہل ہو گیا تھا، بڑی سے بڑی کتابوں کے دیکھنے میں آپ کو کوئی دقت پیش نہ آتی تھی۔ لکھا ہے کہ:۔

"سرعت مُطالعہ کا یہ عالم تھا کہ "مسند احمد" (مطبوعہ مصر) کے روزانہ دو سو صفحات کا مطالعہ فرمایا، اِس طرح کہ پوری دقت نظر اور کامل غور و خوض اور فکر کے ساتھ اس کی

[1] حیات انور صفحہ ۱۲

اسانید اور مشکلات کو حل کرتے جاتے تھے۔"

مصری کتابوں کا مطالعہ اس سرعت کے ساتھ، بتاتا ہے کہ قدرت نے آپ کو بے نظیر صلاحیت سے نوازا تھا، تو ایسے فرائض کے ساتھ ساتھ مطالعہ کا یہ اہتمام شاہد ہے کہ — رب العالمین کی عطا کردہ صلاحیتوں کے ساتھ ساتھ آپ نے محنت بھی کافی کی تھی۔ آہ اب تو ہمارے علماء کرام نے محنت کے فوائد کو فراموش کر دیا ہے، اور دنیا کے سارے کاموں کے لئے وقت ملتا ہے مگر کتب بینی کی توفیق نہیں ہوتی۔

مولانا محمد یوسف بنوری نے لکھا ہے:۔

"حضرت شاہ صاحب نے ۱۳۲۱ھ میں "فتح القدیر" لابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ کا مع تکملہ بیس دن کے اندر مطالعہ فرمایا، اور اس طرح کہ کتاب الحج تک اسکی تلخیص فرمائی، اور ابن ہمام نے فتح القدیر میں صاحب ہدایہ پر جو اعتراضات کئے ہیں، اپنے خلاصہ میں ان کے مکمل جوابات بھی قلم بند فرمائے۔[۲]"

سرعت مطالعہ کی بات جانے دیجئے۔ ہمیں غور یہ کرنا ہے کیا اب علماء کرام ان کتابوں کا بالاستیعاب اس طرح مطالعہ کرتے ہیں؟ اپنا خیال ہے بالاستیعاب مطالعہ کا یہ ذوق تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ ممکن ہے کسی خاص بحث کے دیکھنے کے لئے متعدد کتابیں کوئی کھولے مگر بسم اللہ سے تمت تک پڑھنا محال ہے۔ اب تو دیکھتے ہیں کہ علماء مدرسوں میں پوری کتاب پڑھانے کا رواج بھی اٹھاتے چلے جا رہے ہیں۔ جس کا انجام یہ ہو رہا ہے کہ بعض ابواب پر کبھی بھی نظر نہیں جاتی۔

حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا واقعہ لکھا ہے:۔

"بلکہ آپ کو یہ کمال حاصل تھا کہ فن کی کوئی کتاب ملی اور اس کو شروع سے آخر تک ضرور ایک بار مطالعہ فرما لیا۔[۳]"

غور سے دیکھئے یہ ایسا ادھورا مطالعہ نہ تھا، جیسا کہ آجکل ہمارے بعض اہل علم کا طریقہ ہے کہ ادھر ادھر سے الٹ پلٹ کر دیکھ لیا اور بس۔ اس مطالعہ سے ٹھوس علمیت پیدا نہیں ہوتی ہے، علمی کمال کے لئے کتب بینی لازمی ہے۔

حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے ان ہی فضل و کمال کا یہ اثر تھا کہ مصر و شام اور دوسرے ملکوں میں آپ کے تبحر علمی کا سکہ چلتا تھا۔ علامہ رشید رضا مصری، موسیٰ جار اللہ روسی اور دوسرے غیر ملکی علماء آپ سے بے حد متاثر تھے، اور آج ہندوستان و پاکستان کے تقریباً وہ تمام مشہور و معروف علماء کرام جو نمایاں نظر آتے ہیں حضرت محدث کشمیری رحمۃ اللہ علیہ ہی کے فضل و کمال کے چھینٹے ہیں۔

آخر میں دعا ہے اللہ تعالیٰ مولوی سید محمد ازہر شاہ قیصر کو جزائے خیر عطاء فرمائے، جنہوں نے بروقت آپ کی حیات شائع فرما کر اہل علم کی رہنمائی فرمائی ہے۔

بقیہ

"داڑھی کی شرعی حیثیت"

جناب کے تحریر فرمودہ استفسارات پر داڑھی کے مسئلہ میں یہ چند باتیں ذہن میں آئیں جنھیں بے تکلف عرض کر دیا گیا۔ کتابیں دیکھنے کا وقت نہیں ملتا کہ مراجعت کتب کے بعد مسئلہ کی پوری تحقیق پیش کرتا، جو خیالات پریشان وقتاً فوقتاً ذہن میں آتے گئے انہیں ان ایام میں سپرد قلم کر کے یہ طومار پیش کرنے کی جرأت کی گئی۔ جناب سامی سے امید عفو و مسالحت ہے، تحریر ذرا طویل ہو گئی مگر کچھ تو میں اپنی قلت استعداد کی بنا پر قلم کے ہاتھ سے لاچار اور کچھ جناب والا نے میں یہ لکھ کر اس حیلہ جو کو حیلہ کار بنا دیا کہ ارقام مسئلہ بالاجمال ہو یا بالتفصیل، بہرحال مرتب کر دیا جائے، اس لئے قلم جب تک خود ہی ہاتھ سے نہیں چھوٹ گیا چھوڑا نہیں گیا۔ فان یک صواباً فمن اللہ وان یکن خطاءً فمن نفسی ومن الشیطان، واللہ الملہم للصواب والموفق لما یحب ویرضیٰ۔

---

[۱] حیات انور صفحہ ۱۲ [۲] ایضاً صفحہ ۱۱